سلسلۂ اشاعت: ۳۵

تعزیتی بیان بر وفات

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ

(صدر جمعیت علماء ہند و معاون مہتمم دار العلوم دیوبند)

خطاب از

حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

(مہتمم دار العلوم دیوبند)

ضبط و ترتیب

مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی

(ناظم مدرسہ اصلاح البنات، وکاس نگر، کاماریڈی)

رابطہ نمبر

9553863625, 7013202916

تفصیلاتِ کتاب

نام کتاب : **تعزیتی بیان بروفات**

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ

خطاب : حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

کمپوزنگ : گرافک سولیوشن (9634990960)

سن طباعت : ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۱ء

تعداد صفحات : ۲۰

زیر اہتمام

مسجد عظیم و مدرسہ اصلاح البنات

وکاس نگر، کاماریڈی (تلنگانہ)

فہرس

عناوین	صفحہ نمبر
تعزیتی بیان بروفات	۴
حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ	
⊙ بستر مرگ پر	۵
⊙ حضرت قاری صاحبؒ کے عہدے اور خصوصیات	۶
⊙ حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کے مختلف مراحل	۶
⊙ حضرت قاری صاحبؒ کی ذمہ داریاں اور طریقۂ کار	۸
⊙ **لاک ڈاؤن کے زمانہ میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمات**	۹
⊙ اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تشکیل	۹
⊙ تحقیق وتالیف کے لئے کمیٹی کی تشکیل	۱۰
⊙ کتب خانہ کی ترتیب نو کے لئے کمیٹی کی تشکیل	۱۱
⊙ نائب مہتممین کی خدمات	۱۲
⊙ مستقبل کے لئے لائحہ عمل	۱۳
⊙ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے	۱۵
⊙ ہر ایک کی موت کی جگہ مقرر ہے	۱۶
⊙ حالات سے سبق لیں	۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعزیتی بیان بروفات
حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيراً ونذيراً

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۞ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۞ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾(۱)

صدق الله العظيم

''اور ہم تم لوگوں کو خوف، بھوک، مال، جان اور پھلوں کے نقصان سے کچھ ضرور

---

(۱) البقرہ:۱۵۵

آزمائیں گے، (اس سلسلہ میں) آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں، (جن کا حال یہ ہے کہ) جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: "ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف واپس ہونا ہے، یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمتیں ہوں گی، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

بستر مرگ پر:

بزرگو اور دوستو! آج جو حادثہ پیش آیا ہے آپ سب حضرات کے علم میں ہے، ہم سب کے بزرگ و سرپرست حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحبؒ (صدر جمعیت علماء ہند و معاون مہتمم دار العلوم دیوبند) ہم سے رخصت ہو گئے، تقریباً ایک ماہ سے علالت کا شکار تھے، درمیان میں کبھی صحتیابی کی امید افزا اطلاع آتی تھی، کبھی بیماری میں اضافہ کی خبر ملتی تھی، اسی امید و بیم کے اندر ان کو میدانتا ہسپتال گڑگاؤں میں داخل کیا گیا، اور وہاں بھی جانچ میں کووڈ کی جو رپورٹ آئی وہ نیگیٹیو تھی؛ لیکن تکلیف بہت تھی، اور حالت خراب ہوتی جا رہی تھی، رات ڈھائی بجے ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کو وینٹیلیٹر پر رکھنا چاہئے، حضرت مولانا محمود صاحب دہلی سے پہنچے اور مشورہ ہوا، حضرت قاری صاحبؒ کے صاحبزادگان مولانا مفتی محمد سلمان صاحب اور مولانا عفان صاحب موجود تھے، طے یہ ہوا کہ جب اس کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہیں تو وینٹیلیٹر پر ہی رکھ دیا جائے؛ لیکن حالت میں کوئی سدھار نہیں ہوا، اور صبح کو یہ فیصلہ ہوا کہ علاج دوا کے ذریعہ ہو رہا ہے، قاری صاحبؒ کو یہاں سے ڈسچارج کر کے دیوبند لے جایا جائے، یہ مشورے ہی ہو رہے تھے کہ سوا ایک بجے حضرتؒ انتقال فرما گئے، اور ابھی جیسا کہ آپ نے سنا یہاں مسجدوں میں حضرت کی صحت کے لئے دعائیں ہو رہی تھیں اور وہ اپنے مالک حقیقی کی

خدمت میں روانہ ہو چکے تھے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے عہدے اور خصوصیات:

ادھر ملک اور ملت کے بہت سے اکابر اور بہت سے علماء، قائدین، مشائخ، ذمہ داران اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ رخصت ہوئے، جو ایک اجتماعی خسارہ ہے ملت کے لئے؛ لیکن ہر فرد کے اندر کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، حضرت مولانا قاری سید عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جتنی خوبیوں اور جتنی خدمات کے مالک تھے ایسی شخصیتیں بہت کم نظر آتی ہیں، عہدوں کے اعتبار سے وہ امیر الہند تھے، امارت شرعیہ ہند کے سربراہ اعلیٰ تھے، اور امارت شرعیہ کے ناظم مولانا معز الدین کے انتقال کے بعد سے حضرت مولانا بہت فکرمند تھے ان کی جگہ کسی فرد کے انتخاب کے لئے، کئی مرتبہ کچھ فضلاء کو بلایا، ان سے گفتگو کی، ان کا انٹرویو لیا، ابھی اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے، عارضی طور پر اس کا چارج دفتر میں غالباً مولی عبدالملک کو دے دیا گیا؛ لیکن کیا معلوم تھا کہ ناظم کے انتخاب سے پہلے خود حضرت امیر الہند رخصت ہو جائیں گے۔

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کے مختلف مراحل:

جمعیت علماء ہند کی صدارت کا عہدہ جن نازک حالات کے اندر قاری صاحبؒ نے سنبھالا اور جس خوبی کے ساتھ جماعت کو لیکر چلے جماعت سے وابستہ تمام حضرات اس سے واقف ہیں، دارالعلوم دیوبند کے وہ انتہائی مقبول و باصلاحیت اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے، سنہ ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم میں بحیثیت مدرس وہ آئے ہیں، سنہ ۱۹۶۵ء میں ان کی فراغت ہوئی ہے، میرا نظام تعلیم بھی وہی ہے، میں سنہ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم میں

داخل ہو چکا تھا، میرے داخلہ کے تیسرے سال حضرت دورہ حدیث میں شامل تھے، اور ہمارے بنارس کے مرحوم مولانا محمد یونس صاحب ان کے ہم درس تھے، فراغت کے بعد جامعہ قاسمیہ ’’گیا‘‘ میں مدرس بن کر گئے، جو حضرت مولانا قاری وقف الدین صاحب کا مدرسہ تھا، جو حضرت مولانا مدنی کے اجل خلفاء میں ہیں، پانچ سال وہاں گزارے، پھر جامعہ امروہہ میں تشریف لائے، گیارہ سال وہاں خدمت کی، پھر دارالعلوم کے اندر آ گئے ،طالب علمی کے زمانہ میں بھی بہت نمایاں تھے۔

انتہائی سنجیدہ، باوقار، طلباء کے درمیان محبوب، میرے اور ان کے درجہ تعلیم میں اگر چہ فرق تھا، لیکن ہمارے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی ادب کے طلباء کے لئے جو انجمن قائم کی تھی ’’النادی الادبی‘‘ اس میں مختلف درجات کے طلبہ شریک رہتے تھے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے تھے، میں بھی اس میں شریک تھا، معتمد کی ذمہ داری تھی، بعض پرچوں کی ادارت بھی تھی، قاری صاحب نے طلبا کی تربیت کے لئے بڑے عجیب عجیب نظام چلا رکھے تھے، اس میں ایک شعبہ تھا شعبۂ قضا، کہ اگر النادی سے وابستہ طلباء کے درمیان کسی طرح کا نزاع پیدا ہو تو بجائے اس کے کہ وہ آپس میں الجھیں سیدھے النادی کی طرف سے متعین کردہ جو قاضی ہوں ان کے پاس آئیں، اور آ کر اپنا مرافعہ پیش کریں، اور پھر وہ تحقیقات کے بعد مناسب فیصلہ کریں۔

حضرت قاری سید عثمان صاحبؒ کو مولانا وحید الزماں صاحب نے النادی کے اندر قاضی متعین کیا تھا، اور مولانا فیض الحسین صاحب کو جو اس وقت طالب علم تھے، بعد میں دار العلوم کے استاذ ہوئے، ان کو قاضی القضاۃ متعین کیا تھا، النادی کے تمام پروگراموں میں حضرت قاری صاحبؒ بہت دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتے تھے، اور عربی زبان وادب کے ممتاز

طلباء میں شمار کیے جاتے تھے، اور یہ ان کا فن اور ترقی کرتا گیا، یہاں تک کہ سنہ ۱۳۸۲ء میں جب حضرت دار العلوم میں تشریف لائے ہیں تو اس وقت سے لے کر اخیر تک شعبہ تکمیل ادب کے اسباق قاری صاحبؒ سے متعلق رہتے تھے۔

اس کے علاوہ غالباً سنہ ۱۹۹۹ء میں حضرت قاری صاحبؒ کو حضرت مولانا مرغوب الرحمن کے زمانہ میں نائب مہتمم بنایا گیا، اور بڑی کامیابی کے ساتھ انہوں نے یہ خدمت انجام دی، یہ سلسلہ ۲۰۰۸ء تک چلتا رہا، پھر جمعیت علماء ہند کا تنازعہ سامنے آیا تو دار العلوم کی مجلس عاملہ کے فیصلہ کی وجہ سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب زید مجدہ، یہ دونوں اپنے عہدوں سے سبکدوش ہو گئے، اب الحمد للہ حالات بدل گئے ہیں، اور دونوں دار العلوم کے اندر عہدوں پر واپس آ چکے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کی ذمہ داریاں اور طریقۂ کار:

اس وقت ۲۰۰۸ء میں قاری صاحبؒ نائب مہتمم کے عہدہ سے مستعفی ہو گئے تھے، اس سے پہلے کبھی ناظم دار الاقامہ اور کبھی ناظم تعلیمات کے عہدہ پر رہے، اور جس شعبہ کے اندر رہے بہت کامیابی کے ساتھ انہوں نے ذمہ داری کو انجام دیا، ادھر میرا بہت دنوں سے یہ مطالبہ تھا کہ اہتمام کی ذمہ داری بہت بھاری محسوس ہوتی ہے، مجھے کوئی معاون دیا جائے، اس سال جب بخاری شریف کا سبق مجھ سے متعلق ہوا تو میں نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ مجھے مضبوط معاون چاہئے، اور نام پیش کیا میں نے حضرت قاری صاحبؒ کا، کیونکہ ان کو طویل تجربہ تھا، پھر ان کی شرافت نفس، ان کی سوجھ بوجھ، ان کی اصول پسندی، اس نے ان کو نمایاں کیا تھا، میں مجلس شوریٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس درخواست کو قبول کیا گیا۔

صفر ۱۴۴۲ھ کی شوریٰ میں یہ تجویز منظور ہوئی ہے، اور جس وقت یہ تجویز لکھ کر حضرت قاری صاحبؒ کے پاس پہنچی ہے اگلے دن ہی دفتر میں آ کر اپنی جگہ اس طرح بیٹھ گئے جیسے درمیان میں کوئی انقطاع رہا ہی نہ ہو، آتے ہی فوراً کام شروع کر دیا اسی رفتار کے ساتھ، بیٹھے، بھائی فلاں دفتر سے ملازمین کا حاضری رجسٹر لے آؤ، منگوایا، دیکھا، فرمایا ذرا دیکھو وہاں کون کون موجود ہیں، ایک کھلبلی سی مچ گئی، عام طور پر دفتر اہتمام کے اندر ہم لوگ (نائب مہتممین اور مہتمم) تھوڑی تاخیر سے پہنچتے ہیں، کیونکہ کاغذات جو آتے ہیں دستخط کے لئے دیر میں آتے ہیں، قاری صاحبؒ نے معمول یہ بنالیا کہ پہلا گھنٹہ لگتے ہی دفتر اہتمام میں سب سے پہلے پہنچ جاتے تھے، جب معاون مہتمم سب سے پہلے آ کر بیٹھیں تو سارا عملہ اٹینشن ہو جائے گا، ایک ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھنے کے بعد جاتے تھے، پھر چوتھے گھنٹہ میں آ کر بیٹھ جاتے تھے، عجیب صلاحیت تھی، ایک خاص چیز یہ دیکھی کہ کام کی کثرت سے کبھی نہیں گھبراتے تھے، اتنے کام قاری صاحبؒ نے اپنے ذمہ لاد رکھے تھے، اور اس کی وجہ سے ان کو کوئی الجھن نہیں ہوتی تھی، نئے نئے کام تعمیر و ترقی کے، علمی ترقی کے، خود اس کی پیشکش کرتے تھے اور اس کی ذمہ داری سنبھالتے تھے۔

لاک ڈاؤن کے زمانہ میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمات:

ادھر جو لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع رہا قاری صاحب نے اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے یہ کہا کہ بھائی ان اساتذۂ کرام سے کچھ علمی کام لینا چاہئے، چنانچہ اس سلسلہ میں دفتر اہتمام میں تمام اساتذہ کی میٹنگ بلائی گئی، اور اس میں تین کمیٹیاں بنیں۔

اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تشکیل:

ایک کمیٹی بنائی گئی اصلاح معاشرہ کے نام سے، جس کا کام یہ تھا کہ دیوبند اور

اطراف کی تمام مساجد میں وہاں کے ذمہ داران سے رابطہ کر کے ہفتہ کا کوئی دن اور کوئی نماز کا وقت طے کر کے اس میں جائیں اور وہاں بیان کریں، بیان میں ایک تو معاشرہ میں پھیلی برائیوں کی نشاندہی ہو اور ان کی اصلاح ہو، دوسرے درس قرآن، جو لوگ قرآن پڑھے ہوئے نہیں ہیں ان کو قرآن پڑھانا، تیسرے تصحیح قرآن، جو بچپن کے قرآن پڑھے ہوئے ہیں؛ لیکن ان کا قرآن صحیح نہیں ہے اس کو ٹھیک کرانا، چوتھے درس حدیث، ہفتہ میں کسی دن حدیث پاک کا ترجمہ اور اس کی تشریح، پانچویں بیان مسائل، جو ضروری مسائل ہیں وہ لوگوں کے درمیان بیان کئے جائیں، اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی، اس کا نام رکھا گیا اصلاح معاشرہ کمیٹی۔

قاری صاحبؒ خود اس کے سرپرست بنے، اور پھر لگ گئے اس میں، دیوبند کے اندر ۱۲۰/ مساجد ہیں، ان کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تین دن مہمان خانہ میں ان کے متولیان کو بلا کر ان سے میٹنگ کی گئی، اور ان کے سامنے پروگرام رکھا گیا، ان کے مطالبہ پر ہر جگہ کے لیے اساتذۂ کرام کو متعین کیا گیا، اور یہ سلسلہ چل پڑا۔

تحقیق وتالیف کے لئے کمیٹی کی تشکیل:

دوسری کمیٹی بنی تحقیق وتالیف کرنے کی، ان اساتذۂ کرام سے دینی واصلاحی عنوانات پر نئی کتابیں مرتب کرائی جائیں، اور ہمارے اکابر کی تصنیفات جو قدیم زمانہ میں تباہ ہوگئی تھیں، اور اب ناپید ہوگئی ہیں ان کو نئے زمانہ کے اعتبار سے ایڈٹ کر کے اس کو شائع کرایا جائے، اس کام کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی اس کے سرپرست بھی حضرت قاری صاحبؒ بنے، اور بڑی دلچسپی کے ساتھ اس کام کو شروع کرایا، اور اب تک اس کی تقریباً چھ سات میٹنگیں ہو چکی تھیں، اس میں جتنا کام ہوتا تھا اس کا جائزہ لیا جاتا تھا، جو کام مکمل ہوگیا

اس کو کسی دوسرے استاذ کے حوالہ کیا گیا کہ آپ اس کے اوپر نظر ثانی کر لیجئے، ہر چیز کو براہ راست بغور وہ دیکھ کر فیصلہ کرتے تھے، سرسری طور سے نہیں۔

کتب خانہ کی ترتیب نو کے لئے کمیٹی کی تشکیل:

تیسری کمیٹی بنی کتب خانہ کی ترتیب نو کے لئے، کہ وہاں کتابوں کو مرتب کیا جائے، پرانے زمانے کا رجسٹر چلا آرہا ہے، اس میں ساری کتابیں ایک ساتھ درج ہیں، درسی وغیر درسی کو الگ کیا جائے، یہ سارے کام حضرت قاری صاحبؒ کے ذہن کی اپج تھے، اور سب کو انہوں نے انجام دیا۔

اسی طرح دار العلوم کی شوریٰ نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ دیوبند میں دار العلوم کی طرف سے جو مکاتب قائم ہیں شہر میں اور اطراف میں جائزہ لے کر نئے مکاتب قائم کیے جائیں، یہ تجویز پڑی ہوئی تھی، قاری صاحبؒ نے آنے کے بعد فوراً اس کو زندہ کیا، جو نگران مکاتب تھے ان کو بلایا، اور ہمارے شوری کے ممبر حضرت سید انظر حسین صاحب رکن شوری کو بھی شامل کیا، دفتر تعلیمات کو متوجہ کیا، اور جگہ جگہ بھیج کر جائزہ لیا اور درخواستیں گئیں، اور چار پانچ نئے مکاتب قائم کر کے وہاں مدرسین رکھے۔

دفتر تحفظ ختم نبوت، جب دار العلوم میں قادیانیت کے فتنہ کو کچلنے کے لئے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے عالمی تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا اور مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی گئی اس کے سکریٹری ناظم بنائے گئے تھے حضرت قاری عثمان صاحبؒ، اور ناظم اعلیٰ بنائے گئے تھے، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، اور دار العلوم کا مہتمم اس کا صدر ہوا کرتا تھا، اس وقت سے انہوں نے اس خدمت کو سنبھالا، اور اس کے وہ روح رواں تھے، ایک قاری عثمان صاحبؒ، دوسرے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری ان دونون نے مل کر ماشاء اللہ بہت

کام کیا، پورے ملک کے اندر مجلسیں قائم کیں۔

اسی طرح شیخ الہند اکیڈمی اور شعبہ مکاتب اسلامیہ بیرون دیوبند یعنی پورے ملک کے اندر جہاں جہاں ارتداد و قادیانیت کے فتنے تھے وہاں پر مکاتب قائم کرنا اساتذہ کو بھیج کر ان کی نگرانی کرنا، اس شعبہ کے بھی سربراہ قاری صاحبؒ تھے، میں نے چند کام شمار کرائے ہیں آپ کے سامنے، اس کے علاوہ النادی الادبی کے طلبہ کی نگرانی، مدنی دارالمطالعہ کی سرپرستی، اور جو طلبہ کے اپنے ذاتی معاملات ہیں ان سب کو دیکھنا، بے شمار کام، اور ہر کام کو وہ تفصیل کے ساتھ دیکھتے تھے، ایک ایک جزء کو دیکھتے تھے، خاص بات یہ تھی کہ اصول پسند آدمی تھے، اصول کے خلاف کوئی کام ان کو منظور نہیں تھا، کیونکہ حضرت مولانا مرغوب الرحمن کے ساتھ ایک لمبے عرصہ تک کام کر چکے تھے، اس لئے ضابطوں سے اور معمولات سے اور تعامل سے بھی واقف تھے، جتنا سہارا مجھے حضرت قاری صاحبؒ کے دفتر اہتمام میں آجانے سے ملا ہے اور میرا بوجھ تقریبا ہلکا ہو گیا، قاری صاحبؒ کے جانے کے بعد پھر وہی صورت حال لوٹ آئی۔

نائب مہتممین کی خدمات:

بہر حال ہمارے نائب مہتممین حضرت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب اور حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب پہلے سے موجود تھے، معاون مہتمم کا ہونا ختم ہو گیا، یہ دونوں حضرات پہلے سے کام کر رہے تھے، اور اس وقت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب دارالعلوم کے اندر قائم مقام مہتمم کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، اور عجیب بات ہے دارالعلوم کے کارگزار مہتمم مولانا غلام رسول صاحب کا انتقال ہوا، اور حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مستقل بیمار ہو کر وطن تشریف لے گئے، تقریبا دو مہینہ

کا عرصہ اس طرح گزرا کہ دارالعلوم کے انتظام کی ساری ذمہ داری مولانا عبد الخالق مدراسی نے سنبھالی، اس وقت صورت حال تقریباً وہی ہوگئی، قاری صاحبؒ معاون مہتمم وفات پا چکے ہیں، میں وطن آیا ہوا ہوں، اور طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے، اس وقت مولانا مدراسی صاحب پوری ذمہ داری کے ساتھ اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالی مولانا مدراسی صاحب، مولانا ارشد صاحب، مولانا رحمت اللہ صاحب، مولانا قمر الدین صاحب اور جو اساتذہ وہاں رہ گئے ہیں ان کی حفاظت فرمائے، ان کو صحت عطا فرمائے۔

بہر حال! عربی کا ایک شعر ہے:

وماكان قيس هُلكه هُلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

''کہ قیس کی وفات تنہا قیس کی وفات نہیں ہے، بلکہ ایک قوم کی عمارت منہدم ہوگئی''۔

یہ ایک فرد جتنے کام سنبھالے ہوئے تھا، جتنی ذمہ داریاں اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس فرد کے جانے سے وہ سارے کام متاثر ہوئے ہیں، اس لئے کہا تو جاتا ہے کہ اللہ تعالی نعم البدل عطا فرمائے، لیکن ظاہر اسباب کے اعتبار سے ہر فرد کا نعم البدل ملنا مشکل ہوتا ہے۔

مستقبل کے لئے لائحہ عمل:

یہ تو حالات ہمارے اوپر گزر گئے، مولانا محمد قاسم صاحب نے ابھی اپنے تعزیتی بیان کے اخیر میں یہ بات کہی کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے، بھائی کرنے کی بات یہ ہے کہ: كبرنا موت الكبراء (بڑوں کی موت نے ہمیں بڑا بنا دیا)، خاندانوں میں بھی یہی ہوتا ہے، دادا کا انتقال ہوا، ابا ان کی جگہ پر آگئے، ابا کی جگہ پر بیٹا آگیا، یہ آج کے بچے کل کے باپ بنیں گے، اور پھر یہی گھر کے سربراہ بنیں گے، کاروبار میں یہی ہوتا ہے، خاندان میں یہی ہوتا ہے، فیملی میں یہی ہوتا ہے، کہ جب اوپر والا چلا جاتا ہے تو نیچے والوں پر ذمہ داری

آتی ہے، اس ذمہ داری کو وہ سنبھالتے ہیں، یہی معاملہ خدمت خلق اور دین کے کاموں کے اندر بھی ہے، بڑے ہمیشہ نہیں رہتے، ہر آنے والا جانے ہی کے لئے آتا ہے۔

اس لئے ان کے کام کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر، ان کی خدمات کو اپنے لئے رہنما بنا کر اسی حوصلہ اور جذبہ کے ساتھ جو پسماندگان رہ گئے ان کو آگے بڑھنا چاہئے، پسماندگان صرف اولاد کو نہیں کہتے، بلکہ تمام وہ لوگ جو کسی حیثیت سے ان سے وابستہ تھے ان سے جڑے ہوئے تھے وہ سب ان کے پسماندگان ہیں، پسماندگان کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے والے، ہم سب پسماندگان ہیں، اس لئے بڑوں کے کارناموں کو اور ان کی خدمات کو دیکھیں اور ان سے روشنی حاصل کریں، کام کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں، اور ہمت کے ساتھ آگے بڑھیں۔

دوسری چیز یہ کہ ہر فرد کی موت اپنی موت کو یاد دلاتی ہے، مدینہ منورہ میں جب ہجرت کر کے مہاجرین تشریف لے آئے تو اس وقت وہاں وبائی بخار کی شدت تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بخار میں مبتلا تھے، وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

کل امرئ مصبّح في أهله والموت أدنى من شِراک نعله

''ہر آدمی کو گھر میں صبح بخیر کی دعا دی جاتی ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

یعنی آدمی کو دعا دی جاتی ہے تمہاری صبح بخیر ہو، لیکن مقدر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس کی موت آنے والی ہے، کس وقت کس کی موت آجائے گی کچھ خبر نہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی بخار میں مبتلا تھے، وہ بھی عربی کا شعر پڑھتے تھے:

ألاليت شعري هل أبيتن ليلة بواد وحولي إذخر وجليل

وهل أردن يوما مياه مجنة وهل يبدون لي شامة وطفيل

’’کیا مجھے کوئی بتائے گا کہ مجھے کوئی ایسی رات میسر آئے گی جب میں مکہ کی وادی اذخر اور وادی جلیل کے اطراف میں رہوں گا، اور کیا میں کبھی مجنہ پانی کے گھاٹ پر پہونچوں گا ،اور کیا کبھی شامہ اور طفیل نامی پہاڑیاں مجھے نظر آئیں گی۔‘‘

ان حالات کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ یا اللہ مدینہ کی وبا کو جحفہ منتقل فرما دے، چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور مدینہ کی فضا انتہائی پاک صاف ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے:

كل يوم يقال مات فلان ولابد أن يقال يوما مات عمر

’’روزانہ اعلان ہوتا ہے کہ آج فلاں کا انتقال ہوگیا، یقینی طور سے ایک دن یہ بھی اعلان ہوگا کہ عمر کا انتقال ہوگیا‘‘۔

یہ حادثات اور یہ موت کی خبریں ہمیں اپنی موت کی یاد دلاتی ہیں ،حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل کے رسالہ میں ایک واقعہ لکھا ہے، غالباً ذوالنون مصری کا واقعہ ہے کہ ایک جنازہ جارہا تھا، کسی نے پوچھا کس کا جنازہ ہے، انہوں نے کہا تمہارا جنازہ ہے ، اس کے بعد کہا کہ اگر تمہیں یہ بات ناگوار ہو تو میرا جنازہ ہے، مطلب کیا تھا کہ ان جنازوں کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرو۔

ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے:

یہ جو حادثات ہورہے ہیں، اس میں سن رسیدہ معمر لوگ بھی ہیں، بیماریوں سے نبردآزما ہوکر وقت گزار کر جانے والے بھی ہیں، اور اچانک انتقال کرنے والے بھی ہیں، چند

دنوں کی بیماری میں جانے والے بھی ہیں، اور یہ تو ہمارا عقیدہ ہے، اور بنیادی عقیدہ ہے کہ چاہے آدمی کسی حادثہ کا شکار ہو کر مرے، بیماری میں مرے، ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو جائے، اچانک موت آجائے، یا طویل عرصہ تک بستر پر رہنے کے بعد انتقال کرے ہر ایک اپنے وقت پر مرتا ہے، یعنی اللہ کی طرف سے اس کے مرنے کا وہی وقت متعین ہے، اس لئے ایسا نہیں ہے کہ اگر وبا نہ ہوتی تو یہ سارے لوگ جو دنیا سے چلے گئے یہ چل پھر رہے ہوتے، ان کا وقت یہی طے تھا اللہ کے یہاں، اسی وقت ان کو جانا تھا، اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ آدمی تدبیر سب کچھ کرے، لیکن جب کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ ہرگز نہ کہے: لو فعلت کذا لکان کذا، (کہ یوں کرتے تو یوں ہو جاتا)، بلکہ یوں کہے: قدر اللہ وما شاء کان، (کہ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا، اور جو اللہ نے چاہا وہ ہو کر رہا)۔

ہم سب کی جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہر ایک کی موت کا وقت اللہ کے علم میں متعین ہے، اور ہر ایک کو اپنے وقت پر جانا ہے، اور کسی کو نہیں معلوم کہ کب موت آئے گی اور کہاں موت آئے گی:

﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾(۱)

''کسی کو خبر نہیں کہ کس سرزمین پر موت آئے گی، موت آئے گی تلاش کر کے ہم کو لے جائے گی۔''

ہر ایک کی موت کی جگہ مقرر ہے:

مولانا روم نے مثنوی میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کے دربار میں ایک

(۱) لقمان: ۳۴

شخص بیٹھا ہوا تھا، ایک اجنبی اس کو گھور رہا تھا بار بار، کوئی کسی کو گھورے تو اس کو وحشت ہوتی ہے، جب اس کی نظر اس سے ملتی تو دیکھتا کہ یہ مجھے گھور رہا ہے، اس نے حضرت سلیمان سے کہا کہ حضرت ہوا کو حکم دیجئے کہ مجھ کو ہندوستان کے فلاں شہر میں پہنچا دے، حضرت سلیمان کی حکومت ہواؤں پر بھی تھی، ہوا کو حکم دیا کہ اس کو فلاں شہر میں پہنچا دو، چنانچہ لمحوں کے اندر وہ وہاں پہنچ گیا، یہاں پہنچا تو وہ اجنبی یہاں بھی موجود تھا، جو اس کو وہاں گھور رہا تھا، اب یہ دیکھ کر گھبرایا، کہ تم کون؟ کہ میں ملک الموت ہوں، مجھے یہاں پہ تمہاری روح قبض کرنے کا اس وقت حکم تھا، اور تم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

میں حیران تھا میں ہندوستان کے فلاں شہر میں تمہاری روح کیسے قبض کروں تم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہو، جگہ بھی متعین وقت بھی متعین، خود اس نے اپنی موت کو دعوت دی کہ مجھ کو میرے وطن کے اندر پہنچا دیا جائے۔

قرآن میں اللہ تعالی نے جگہ جگہ یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ﴾ (۱)

”تم جہاں کہیں بھی رہو موت تمہیں آ پکڑے گی، اگر مضبوط قلعوں کے اندر بھی اپنے آپ کو قید کر لو گے تو موت تمہاری وہاں بھی پہنچ جائے گی۔“

اس لئے حالات جو آرہے ہیں، اور اس کی وجہ سے صدمات آتے ہیں؛ لیکن ہر موت اپنے وقت پر آتی ہے، اپنی جگہ پر آتی ہے، اور جیسے لکھی ہے ویسے آتی ہے، ہماری موت کب لکھ رکھی ہے، کہاں لکھ رکھی ہے، کن حالات میں لکھ رکھی ہے، نہیں معلوم، اچھی موت کی دعا مانگئے، اللہ سوء خاتمہ سے ہماری حفاظت فرمائے، ایمان پر ہم دنیا سے جائیں،

---

(۱) النساء: ۷۸

اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے جائیں، اوراس طرح جائیں جیسے شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کہا تھا، کیا عجیب بات کہی ہے:

یاد داری کہ وقتِ زادَن تُو ہَمہ خَنداں بَدَنُد و تو گِریاں

آں چُناں زی کہ وقتِ مُردن تُو ہَمہ گِریاں شَوَند و تُو خَنداں

فرماتے ہیں کہ کچھ یاد ہے جب تم پیدا ہوئے تھے تو سب لوگ ہنس رہے تھے، خوشیاں منا رہے تھے، اور تم رو رہے تھے، بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو رونا اس کی صحت کی علامت ہے، اگر پیدائش کے وقت نہیں روئے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پیدائشی کچھ کمزوری ہے، وہ تو روتا ہوا آیا اور سارے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، بچہ پیدا ہوا ہے، کسی کا بھائی ہے، کسی کا بھتیجا ہے، کسی کا پوتا ہے، کسی کا نواسا ہے، کسی کا بیٹا ہے، فرماتے ہیں کہ کچھ یاد ہے جب تم پیدا ہوئے تھے تو سب لوگ ہنس رہے تھے، خوشیاں منا رہے تھے، اور تم رو رہے تھے، اب جب تجھے زندگی ملی ہے تو تو اس طرح زندگی گزار کہ جب تیرے مرنے کا وقت آئے تو سب رو رہے ہوں اور تو ہنستا ہوا جائے۔

یہی آج جو ہو رہا ہے کہ ہمارے اکابر، ہمارے مشائخ، جنہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری ہے، روح وریحان وجنة نعیم کا منظر جب ان کا سامنے آتا ہے تو ان کی روح بے قرار ہو کر نکلتی ہے اللہ کی رحمت کی گود میں جانے کے لئے، اور ہم پسماندگان آنسو بہاتے ہیں، فرمایا کہ اس طرح زندگی گزارو کہ جب مرنے کا وقت آئے تو سب رو رہے ہوں، غمزدہ ہوں، اور تم ہنستے ہوئے جاؤ۔

حالات سے سبق لیں:

اس لئے یہ حادثات ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم اپنی موت کی تیاری کریں، یہ

سوچ کر نہیں کہ ابھی تو جوان ہیں، بوڑھے ہو جائیں گے، ابھی تو کھیلنے کودنے کی عمر ہے، نہیں، موت کا وقت اللہ کے یہاں متعین ہے، قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ بعض وہ ہیں جو بچپن میں انتقال کر جاتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو ارذل العمر تک پہنچتے ہیں، پرانی عمر کو پہنچتے ہیں، کیا بچے انتقال نہیں کرتے؟ جوان انتقال نہیں کرتے؟ ادھیڑ دنیا سے نہیں جاتے؟ اور کیا سارے لوگ بیمار ہو کر ہی جاتے ہیں؟ نہیں، موت آتی ہے، اپنے وقت پر آتی ہے اور اپنا شکار لیکر چلی جاتی ہے۔

اس لئے تعزیت کی مجلس میں ہم بیٹھے ہیں، اپنے لئے بھی ہم تعزیت کریں، موت کی تیاری کی فکر کریں، یہ وقت ہمارے اوپر بھی آنے والا ہے، گناہوں سے توبہ کریں، ابھی آج میں سن رہا تھا مفتی تقی عثمانی صاحب کا ایک بیان موبائل پر، فلسطین میں مسلمانوں کے اوپر جو ظلم ہو رہا ہے، فرمایا ہم دعائیں تو کر رہے ہیں اللہ تعالی مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، لیکن ہم اللہ کو ناراض کیے ہوئے ہیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے، اپنے گناہوں کی وجہ سے، ہماری دعاؤں میں اثر بھی تو پیدا ہو، اللہ تعالی ہم سے راضی بھی تو ہو جائیں، ہم ان وباؤں کو اٹھانے کے لئے اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں، لیکن اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی عملی کوشش نہیں کرتے۔

بہرحال، حضرت قاری صاحبؒ اللہ کو پیارے ہو گئے، اللہ تعالی ان کی خدمات کو قبول فرمائے، انہوں نے جو دینی، علمی، سماجی، جماعتی خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالی مقام قبولیت پر ان کو اونچا درجہ عطا فرمائے، ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ فرمائے، ان کے صاحبزادے مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولانا مفتی محمد عفان صاحب جو امروہہ میں ہیں، ماشاء اللہ بہت باصلاحیت اور صالح علماء میں سے ہیں، اللہ تعالی انہیں ان کے والد

محترم کا صحیح جانشین وقائم مقام بنائے، جمعیت علماء ہند کو، دار العلوم دیوبند کو اور پوری ملت کو حضرت کی وفات سے جو خسارہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل قوم کو عطا فرمائے، بتقاضائے بشریت اگر کچھ غلطیاں، کچھ زلات ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں درگزر فرمائے، اور ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان کے ساتھ خاتمہ نصیب فرمائے۔

ہم انہی کلمات کے ساتھ حضرت قاری صاحبؒ کے جملہ صاحبزدگان اور جملہ پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں، اور ان سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چل کر قوم وملت کی علمی ودینی ہر طرح کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

⊙ ⊙ ⊙